

پاکستان میں ذخائرِ مخطوطات - ایک جائزہ

پروفیسر عبدالجبار شاکر ☆

تہذیبِ عالم کی تاریخ اور اس کے ارتقاء کے نقوش یوں تو آثارِ قدیمہ کی شکل میں موجود ہیں۔ جن کی ایک شہادت دنیا بھر کے عجائب گروں کی مختلف گیلریوں میں دکھائی دیتی ہے مگر انسانی تہذیب کا سب سے مستند اور جامع ریکارڈ ہمیں مخطوطات کے علاوہ کہیں اور بھرپور شکل میں نہیں ملتا۔ اس تہذیب کے تمدن اور ثقافتی آثارِ بختِ اسلامی سے قبل یونانی، مصری، چینی اور ہندی خطوں میں مختلف اور متنوع شکلوں میں ملتے ہیں مگر یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ اس عالمی تہذیب کو اپنے آثار کے تحفظ کے لئے سب سے مستحضر اور باہمتو ذریعہ اور وسیلہ مخطوطات کی صورت میں میسر آیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ دنیا کی تمام مہذب اقوام مجبور ہیں کہ ان مخطوطات کو جمع کریں اور اس حوالے سے اپنی تحقیق و تدوین کو سائنٹیفک اسلوب کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کریں۔ یہ بات واضح ہے کہ ان مخطوطات کے حوالے سے جن علوم و فنون کو محفوظ کیا گیا ہے اس کے بغیر تہذیبِ عالم ایک زبردست خلا کا شکار ہو سکتی ہے نیز اس سے تہذیبی ارتقاء میں ایک انقطاع پیدا ہوتا ہے جس سے بچنے کے لئے تمام غیر مسلم اقوام اپنے کو مجبور پاتی ہیں کہ وہ ان مخطوطات کے ذخائر کو جمع کریں اور اس حوالے سے تحقیق کے اعلیٰ ترین اسلوب کے ساتھ علوم و افکار انسانی کو مدون کریں۔ نتیجہً آج یورپ اور امریکہ کے بیسیوں ادارے ان مخطوطات کے حصول کے لئے سرگرداں ہیں۔ اگرچہ ان اقوام نے اپنے استعماری اور استبدادی دور میں ان علمی خزانوں کو لوٹنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یورپ اور امریکہ کے سینکڑوں اداروں میں ہزاروں مخطوطات ان کی اس عار گھری اور لوٹ کھسوٹ کی گواہی دیتے ہیں، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے شکوہ کیا تھا۔

مگر وہ علم کے موتی کہتے ہیں اپنے آبا کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سپاہ

تاریخ تہذیب کا یہ ایک دلچسپ موضوع ہے کہ انسان نے اپنے افکار و خیالات کو کس طرح لفظوں اور تحریر کے قالب میں ڈھالا اور پھر یہ تحریریں کس طرح کتب کی شکل اختیار کرتی چلی گئیں۔ تحریر کی ابتداء اور اس کے ارتقاء کی داستان بہت ہی دلکش اور دلآویز ہے۔ ماہرین علم الانسان نے اس موضوع پر اپنی تحقیق کو کئی کتابوں کی صورت میں پیش کیا۔ تصویری خط (Pictography) کے نمونے آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال قبل ملتے ہیں۔ یہ خط بعد ازاں تصویری خط (Idiography) کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر یہی خط سٹی (cunei form) کی لکیری تحریر (Linear writing) رکن حتمی (Syllabic Writing) اور الف بائی خط (Alphabetic) کے مراحل سے گزرتا ہوا ایک خاص رسم الخط کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

آثار قدیمہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ میسوپوٹامیا میں سب سے پہلے سیمی قوم کے نشانات ملتے ہیں جو دریائے فرات کے ساتھ چلتے ہوئے طلیح فارس تک پہنچ گئے۔ سیمی قوم کے مختلف کتبوں کے مطالعے سے بھی خط کے ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ تحریریں چمبل، پتیاں، ہڈی، سینک، پتھر کی چٹانوں اور سلوں پر لیتی ہیں۔ مگر دو ہزار قبل مسیح تک تحریر کے لئے ایک نیا سامان میسر آیا اور یہ نرم گندمی ہوئی مٹی کی تختیاں تھیں جن پر لکھنا آسان تھا۔ ان پر مختلف تصویریں اور نقوش جلد لکھے جاسکتے تھے۔ ان تختیوں کا سائز عموماً بارہ انچ لمبائی اور آٹھ انچ چوڑائی کی شکل تھا۔ مٹی کی ان تختیوں پر لکھنے کے بعد انہیں پکا کر پختہ کر لیا جاتا تھا۔ جن کا مشاہدہ آج دنیا کے مختلف عجائب گروں میں کیا جاسکتا ہے۔ سیمیروں کے بعد جلد اور فرات کے شمالی حصوں میں حکاری قوم ابھری جس نے آگے چل کر میسوپوٹامیا میں بابل اور عاصوری تہذیبوں کو جنم دیا۔ جن کی زبان پندرہویں صدی قبل مسیح میں دنیا کی سب سے زیادہ ارتقاء پذیر اور معیاری قرار دی گئی۔ جس کے بعد حتی قوم نے (Hittites) دو ہزار قبل مسیح سے پانچ سو قبل مسیح کے درمیان اس طرز تحریر میں مزید پیشگی پیدا کر لی جس کے آثار ڈاکٹر ہیوگو ونگلر (Dr. Hugo Winkler) نے بیس ہزار مٹی کی تختیوں کی شکل میں دریافت کیے۔

سیمی تہذیب کے بعد نیل کے کناروں پر آبلو ہونے والی قوم کو دنیا کی دو سری بڑی تہذیب کے بنیوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ مصری تہذیب پانچ ہزار قبل مسیح سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کا طرز تحریر ہیرو گلیفٹی (Hiroglaphic) کہلاتا ہے۔ اس خط میں سب سے قدیم تحریر ۵۳۰۰ قبل مسیح سے متعلق دریافت ہوئی ہے جو پیمپرس پر لکھی ہوئی ہے۔ یہ خط بھی پیمپرس سے پہلے پتھر اور لکڑی کی تختیوں، اہوس، ہاتھی دانت اور چند دیگر چیزوں پر کندہ کیا جاتا تھا۔ دریائے نیل کے

کنارے پچھرس نام کا ایک پودا بکھرت ہوتا تھا۔ یہ بانس کی قسم کا ایک پودا تھا۔ اس پودے کی چھل سے چٹائی جیسی لمبی چلوں تیار ہوتی تھیں۔ ایک خاص طریق کار کے ذریعے اس کو لکھنے والے کلمے کی صورت دی جاتی تھی۔ گزشتہ پانچ ہزار سال پہلے کی وہ سکول (Scroll) آج بھی عجیب گھروں میں موجود ہیں جن پر ہیرو گلیف کی تحریریں نقش ہیں۔ پچھرس پر قلم اور روشنائی سے لکھا جاتا تھا۔ اسے ہم کلمہ، قلم اور روشنائی کے استعمال کا اولین عمدہ قرار دے سکتے ہیں۔ اسکول کی طرز پر صفحات کے نشانات کے ساتھ لکھی ہوئی کتابیں اور مخلوطات بکھرت ہمارے عجیب گھروں اور کتب خانوں میں موجود ہیں۔ جن پر قدم مصری اوب کے شہ پارے درج ہیں۔

اسی دور میں چین کے علاقے میں کڑی کی تختیوں اور ریٹھ کے کپڑے پر بھی تحریر کا کام لیا جاتا تھا۔ تین ہزار قبل مسیح کے یہ نمونے ہمارے آثار قدیمہ کا حصہ ہیں۔ اسی دور کے اواخر میں چین میں کلمہ ایچلو ہوا اور یہ تحریریں کلمہ پر لکھی جانے لگیں۔

خط اور تحریر کے یہ نمونے ہمیں عرب و عجم، سندھ و ہند اور چین و جاپان میں بھی ملتے ہیں۔ برصغیر میں آٹھ سو قبل مسیح میں تحریر کے نمونے بھرج، پتھر اور تاز کے پتوں پر بھی ملتے ہیں۔ قدم مسکرت کی تحریریں ان پر لکھی گئیں مگر فیسی قوم نے صوتی حروف تہجی کی ابتدا کر کے تحریر کے عمل میں مزید آسانی اور دلکشی پیدا کر دی۔

کلمہ کی ایچلو اصلاً چین کا کارنامہ ہے۔ جنہوں نے اس صنعت کو قائم کیا۔ سات سو سال تک یہ ایچلو ان کے ہاں ایک سربستہ راز رہی لیکن عربوں نے کسی نہ کسی طرح یہ فن اہل چین سے سیکھ لیا اور آٹھویں صدی عیسوی میں سمرقند میں کلمہ کا پہلا بڑا کارخانہ قائم ہو گیا۔ جلد ہی یہ فن عالم اسلام کے تمام شہروں تک پھیل گیا۔ عربوں کی مدد سے کلمہ کے یہ کارخانے پہلے اسپین اور پھر اطالیہ میں قائم ہوئے۔ اور یوں کلمہ سازی کی صنعت مسلمانوں کے توسط سے پورے یورپ میں پھیل گئی۔ ۱۳۰۳ میں ہالینڈ اور جرمنی میں زیلہ گرانی طرز کی مشین پر کلمہ بھی شروع ہو گئی۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ تمام یورپی ممالک میں پھیل گئی۔ برصغیر میں پہلا پر کلمہ پریس ۱۸۵۶ء میں گوا کے سینٹ پال کلچ میں قائم ہوا۔ تقریباً سو سال بعد تک یہ چھپائی کی صنعت جنوبی ہندوستان کے ساحلی قصبوں میں پھیل گئی۔ عربی، فارسی، اور اردو کتابوں کی اشاعت کا آغاز ایٹ انڈیا کپنی کے زمانے میں ہوا۔ مگر پر کلمہ کے یہ وسائل بہت محدود تھے۔ اس لئے سترہویں صدی عیسوی کے اختتام تک بھی بکھرت مخلوطات عالم اسلام کے تمام تہذیبی مراکز، شہروں میں تک کہ دہلت تک میں لکھے جا رہے تھے۔

پانچ ہزار قبل مسیح سے سترہویں صدی عیسوی تک کا بیشتر علمی سرمایہ مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔ یہ بات بغیر کسی تعصب کے تحقیق کی روشنی میں کہی جاسکتی ہے کہ دنیا بھر کے مخطوطات کی غالب تعداد اور اکثریت مسلمانوں کے علوم و فنون سے متعلق ہے۔ اس ملت کو آغاز وحی سے ہی اقراء اور پھر والقلم وما یسطرون کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن مجید کی برکت میں سے ایک عظیم خدمت تحریر و کتابت کے فن سے متعلق ہے۔ اس مقدس کتاب کی تحریر و تسوید نے متعدد فنون کو جنم دیا۔ کلمہ سازی، جلد سازی، روشنائی سازی، تزییب کاری، نقاشی، خطاطی اور دیگر متعلقہ فنون میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ پرہنگ پریس کے رواج سے پہلے ہر مسلمان بلو شہ سے لے کر ایک عالم مسلمان تک قرآن مجید کے نسخے کو اپنے پاس حلاوت اور علم وحی کے اکتساب کی خاطر یا تو خود لکھتا تھا یا پھر اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مسلمان خطاطوں اور نقاش گروں نے جتنا خون جگر اور حقیقت اس کتاب کے لئے نچھاور کی ہے اس کے نتیجے میں آج لاکھوں مصاحف دنیا کے مختلف کتب خانوں، عجائب خانوں، درسگاہوں اور ذاتی ذخیروں میں جمع ہیں۔ گزشتہ چودہ سو سالوں میں اس کتب مبین کو کوئی، ٹکٹ، اقلع، محقق، ایمان، سخ، تلیق، بہار اور نستعلیق کی سینکڑوں قلموں کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ تزئین مخطوط میں بھی اسے تحریر کیا گیا ہے۔ آج یہ لاکھوں مصاحف عمد اسلامی کے مختلف ادوار کے ثقافتی اور فنی کمالات کے ساتھ پوری انسانیت کے لئے سرمایہ فخر و مباحث ہیں۔ ان مصاحف نے تہذیب انسانی کے ثقافتی سرمائے کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ اس ایک کتاب سے کئی کتابخانے تیار ہوتے ہیں جن میں علوم قرآنی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ مخطوطات کی شکل میں مورد ایام کی تمام تر حشر سلانیوں کے بلوجود موجود ہے۔ ان مصاحف کی تہذیبی اور ثقافتی سرمایہ داری کا یہ عالم ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا اہم کتب خانہ اور عجائب گھر ایسا نہیں جہاں ان مطاوعہ مذہب و منقش اور خطاطی کے نمونوں کو زینت اور قدر دانی کے بطور نہ رکھا گیا ہو۔

مشہور جرمن مستشرق رٹر (Ritter) کے مطابق آج دنیا میں کل چار لاکھ مخطوطات ہیں جن میں اڑھائی لاکھ ترکی میں ہیں جب کہ باقی ماندہ ڈیڑھ لاکھ دنیا کے دیگر ممالک کے سرکاری کتب خانوں، درسگاہوں، عجائب گروں اور نجی ذخائر کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر مصاحف قرآنی کو بھی اس تعداد میں شامل سمجھا جائے تو پھر یہ تعداد کسی طور پر بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ قیاسی طور پر اس قدر تعداد تو انہی مصاحف قرآن کی بھی ہے۔ میرے جیسے ایک فقیر کے کتب خانے میں بھی ایک ہزار کے قریب یہ مصاحف موجود ہیں۔ پاکستان کے سرکاری اداروں، جامعات

کے کتب خانوں، عجائب گروں، درسگاہوں، قرآن محلوں اور نجی ذخائر میں میرے اپنے مشاہد کے مطابق پچاس ہزار سے زائد مصاحف موجود ہیں۔ پنجاب میں قائم ہونے والے سنٹرل قرآن میوزیم میں صرف پانچ سال میں (۹-۱۹۸۶) سات سو کے قریب قرآن مجید کے قلمی نسخے حاصل کئے گئے ہیں۔ اگر گزشتہ پانچ سال میں اس ادارے کی امداد بند نہ کی جاتی تو یقیناً یہ تعداد اس سے دگنی ہو سکتی تھی۔ قرآن مجید کے قلمی نسخوں کے ذخیروں کے سلسلے میں پنجاب میں سلار والا اور پاہون ضلع شیخوپورہ میں اور دارالاحسان سمندری روڈ ضلع فیصل آباد میں خطی مصاحف کے کم از کم دو ہزار سے زائد نسخے موجود ہیں۔ موضع سردار جھنڈ پر تحصیل میلسی میں بھی ایک ہزار کے قریب قلمی مصاحف کا ذخیرہ موجود ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور کے بیت القرآن میں بھی پچاسی عمدہ نسخے موجود ہیں۔ علاوہ ازیں نیشنل میوزیم کراچی، عجائب گھر لاہور، بلو شہی مسجد لاہور، شاہ گردیز ملکن، گیلانی لائبریری اچ شریف، سنٹرل لائبریری بہاولپور اور سندھ کے بعض روحانی مراکز سے وابستہ شخصیات کے ہاں سینکڑوں کی تعداد میں یہ مخطوطات پائے جاتے ہیں۔ میرے پاس ملک کے چاروں صوبوں سے متعلق ان سینکڑوں افراد کی فہرست موجود ہے جن کے پاس قرآن مجید کے ان قلمی نسخوں کا سرمایہ دیکھا جاسکتا ہے۔

ملت اسلامیہ برصغیر ایک شاندار ماضی، ایک مضطرب حال اور ایک پر امید مستقبل کی حامل ہے۔ عہد اسلامی کی پہلی صدی کے اواخر تک صحابہ کرام نے سندھ و ہند کی سرزمین کو اپنے مقدس قدموں کی چاب سے آشنا کیا۔ ۱۱ء میں محمد بن قاسم کی سپہ سالاری میں تو یہ علاقہ اموی خلافت کا ایک مستقل حصہ بن گیا بعد ازاں مختلف مسلمان سلاطین نے برصغیر میں ایک ہزار برس تک اپنی حکومت کو قائم و دائم رکھا۔ اس ایک ہزار سالہ مسلم قیادت کے دوران صوفیائے کرام علمائے عظام، شعراء اور ادیبوں نے مسلمانوں کی علمی روایت کو آگے بڑھایا۔ یہاں پر سینکڑوں خانقاہیں اور ہزاروں مدارس لاکھوں مساجد تعمیر کی گئیں۔ ان خانقاہوں مدارس اور مساجد کے ساتھ چھوٹے بڑے کتب خانے بھی قائم ہوئے، جن میں مختلف علوم و فنون کی حامل لاکھوں قلمی کتابیں ہمارے اسلاف کے روشن کارناموں پر شہد علول ہیں۔ برصغیر کی تقسیم کے باعث ہمارے بہت بڑے بڑے علمی ذخائر ہندوستان میں رہ گئے۔ مگر ہماری بدنصیبی کا اصل پہلو یہ ہے کہ قیام پاکستان کے چار سال بعد ۱۹۵۱ء میں حکومت نے کراچی میں نیشنل میوزیم آف پاکستان کی بنیاد رکھی اور اس کے حصول نوادرات کی حکمت عملی میں ایک پہلو حصول مخطوطات بھی قرار دیا گیا۔ ڈاکٹر سید عارف نوشہا نے ۱۹۸۳ء میں اس ادارے کے خطی نسخوں کے ۴۳۶ قاری مخطوطات کی

مجلہ فرست تیار کی جس کے مطابق اس سال تک اس کے کل مخطوطات کی تعداد ۳۹۳۶ تھی۔ گزشتہ بارہ سالوں میں مزید سینکڑوں مخطوطات اس ادارے میں خرید کینے گئے ہیں مگر ان کا کوئی کیٹلاگ یا Handlist شائع نہیں کی گئی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی کو دارالحکومت قرار دیا گیا تو یہاں پر لیاقت نیشنل لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کتب خانے کے مطبوعہ شاخ میں ایک محدود تعداد مخطوطات کی بھی تھی مگر اس کا کوئی کیٹلاگ کبھی شائع نہیں کیا گیا۔ دارالحکومت کے اسلام آباد میں منتقل کرنے کے بعد نیشنل لائبریری کی عظیم الشان عمارت ایوان پارلیمنٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے عقب میں تعمیر کی گئی۔ اظہار اس کا افتتاح ۱۹۹۳ء میں ہوا۔ ملک کے اس سب سے مرکزی کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد ۵۳۲ ہے۔

مخطوطات کے ذخائر کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے اہم اور قابل فخر ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ہے۔ یہ ملک کی بائیس جامعات میں سب سے قدیم علمی ادارہ ہے۔ اس کے مرکزی کتب خانے میں اٹھارہ ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔ جن میں عربی اور فارسی مخطوطات کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔ سنسکرت اور ہندی کے قلمی نسخے ۸۶۷۱ کی تعداد میں ہیں۔ جبکہ پنجابی مخطوطات ۲۹ کی تعداد میں موجود ہیں۔ جامعہ پنجاب کے اس ذخیرہ مخطوطات میں بعض اہم ترین محض ذخائر کا تذکرہ ناگزیر ہے۔ ان میں سب سے اہم ذخیرہ پروفیسر حافظ محمود خان شیرانی کا ہے۔ اہل علم اور محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ پروفیسر شیرانی مرحوم سے بڑا مخطوط شناس ابھی تک برصغیر میں پیدا نہیں ہوا۔ عالمی سطح پر بھی پروفیسر شیرانی مرحوم کی فکر کے صرف چند ایک محققین موجود ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر محمد بشیر حسین کی مرتبہ فرست مخطوطات شیرانی کی تین جلدوں کے مطابق ۳۳۱ مخطوطات جامعہ پنجاب کو ۲۴۹۲ روپے میں فروخت کینے۔ جب کہ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی نے ان نسخوں کی تعداد ۲۱۰۰ لکھی ہے۔ بعد ازاں ۱۹۹ مزید مخطوطات بھی انہوں نے جامعہ کے کتب خانے کی نذر کینے۔ فارسی ادبیات کے اعتبار سے برصغیر میں یہ سب سے نادر ذخیرہ ہے۔

جامعہ پنجاب کے مرکزی کتب خانہ میں مخطوطات کے بہت سے نئی ذخائر ہدیہ "یا تحفہ" پیش کئے گئے ہیں۔ ان میں گجینیہ آذر کے پندرہ سو فارسی خطی نسخوں کی فرست سید خضر عباس نوشہی نے ۱۹۸۶ء میں مرتب کی ہے۔ ۱۹۸۲ میں شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقی مجلے "مکوج" کے قلمی نسخہ نمبر میں اس کتب خانے کے ۲۹ نسخوں کی مجلہ فرست دی گئی ہے۔ جامعہ پنجاب کے فارسی مخطوطات کی ایک مختصر دستی فرست ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی تیار کی ہے۔ قاضی

عبدالنبی کوکب نے "المخزن" کے نام سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نادر عربی مخطوطات کی ایک مفصل فہرست تیار کی جس کی جلد اول میں ۸۱ مخطوطات کا تعارف شامل ہے۔ پاکستان میں شائع ہونے والی قلمی نسخوں کی فہارس میں ابھی تک یہ سب سے معیاری تو فیسی فہرست ہے۔ جس طرز پر جامعہ پنجاب کے اس تمام ذخیرہ نوادرات کی تو فیسی فہارس (catalogues Descriptive) مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے عوامی کتب خانوں میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور ملک کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے جو مشہور تاریخی عمارت بارہ دری وزیر خان میں ۱۸۸۳ء میں قائم ہوا۔ اس کے ذخیرہ مخطوطات میں ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے عربی، فارسی، اردو، پنجابی، ہندی، کشمیری، ترکی اور پشتو زبانوں میں موجود ہیں۔ پروفیسر منظور احسن عباسی نے چار جلدوں میں اس کی تفصیل مرتب کی ہے۔ ۲۱۸ عربی مخطوطات کی فہرست ۱۹۵۷ء میں، ۵۸۸ فارسی مخطوطات کی فہرست ۱۹۶۳ء میں، ۵۳ مختلف زبانوں کے قلمی نسخوں کی فہرست ۱۹۶۳ء میں اور ۳۲ مخطوطات فارسیہ کی تفصیلی فہرست کا ضمیمہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اس طرح سے ۹۸۱ مخطوطات کا تفصیلی تعارف ان فہرستوں میں موجود ہے۔ مگر فنی لحاظ سے یہ فہارس کمزور ہیں۔ ان میں جا بجا تحقیقی افلاط در آئی ہیں جو مناسب کتب مراجع و مصلور نہ ہونے کے باعث راہ پاگئی ہیں۔ گزشتہ تیس سال میں ان فہرستوں پر نظر ثانی یا اضافے کے لئے کوئی کام سرانجام نہیں دیا گیا۔ اس کتب خانے کے بیت القرآن میں قرآن مجید، تفسیر اور متعلقہ علوم کے مخطوطات کی دستی یا تفصیلی فہرست بھی ہنوز تیار نہیں کی گئی ہے۔

لاہور میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۳۸ء میں قائم کی گئی۔ برصغیر کی تقسیم تک اس میں چند ایک مخطوطات موجود تھے۔ تقسیم کے بعد یہ کتب خانہ بدش اور برہوی کے کئی مراحل سے دوچار ہوا۔ ۱۹۷۳ء میں خواجہ عبدالرشید اس کتب خانے کی مجلس منتظمہ کے چیئرمین بنے تو از سر نو مخطوطات کی خریداری کا ڈول ڈالا گیا۔ جس کے نتیجے میں ابھی تک ایک ہزار سے زائد قلمی نسخے خرید کئے گئے ہیں جن میں غالب تعداد عربی اور فارسی نسخوں کی ہے۔ ان مخطوطات کی تفصیلی فہرست پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے جن میں تقریباً آٹھ سو نسخوں کے تعارفی کوائف فراہم کئے گئے ہیں۔ پہلی اور دوسری جلد مولانا سید محمد متین ہاشمی اور ساجد الرحمن صدیقی کی مشترکہ مساعی سے ترتیب پائی جب کہ باقی ماندہ تینوں جلدوں میں حافظ غلام حسین نے مولانا ہاشمی کی رہنمائی میں ان مخطوطات کے تفصیلی کوائف فراہم کئے ہیں۔ یہ کام ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۷ء تک جاری

نیشنل میوزیم کراچی کا آغاز ۱۹۵۱ء میں ہوا۔ حصول نوادرات کے ضمن میں مخطوطات بھی شامل رہے۔ ۱۹۸۳ء تک اس میں مختلف زبانوں کے مخطوطات کی تعداد چار ہزار تھی۔ قومی سطح کے اس ذخیرہ مخطوطات کی ابھی تک دو فہرستوں کا ہمیں علم ہے جن میں سے ایک سید اشرف نوشہی نے ۱۹۸۳ء میں مرتب کی جس میں صرف فارسی زبان کے خطی نسخوں کا تذکرہ درج ہے۔ ۱۰۷۷ صفحات پر مشتمل یہ فہرست مرکز تحقیقات فارسی، ایران و پاکستان اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔ دوسری فہرست میں ۵۹۶ اردو مخطوطات کا احاطہ کیا گیا ہے جس میں قوی عجائب گھر پاکستان کے ۱۹۹۰ تک کے خرید کردہ نسخے شامل ہیں۔ فہرست مخطوطات اردو کے نام سے اسے ڈاکٹر ظفر اقبال نے مرتب کیا ہے۔ قومی سطح کے اس اہم ترین ذخیرہ مخطوطات کی مکمل زبان وار فہراس کی ترتیب کی اہم ضرورت ہے۔ نیز اس کے اہم مخطوطات کی توضیحی فہرست بھی تیار ہونی چاہیے۔

پاکستان میں ذخیرہ مخطوطات کا ایک اہم ادارہ ”مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان“ اسلام آباد میں قائم ہے۔ یہ ادارہ ۲۳۳ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو پاکستان اور ایران کی حکومتوں کے ایک ثقافتی معاہدہ کے نتیجے میں وجود پذیر ہوا اس ادارے نے کتب خانہ گنج بخش کے نام سے ایک وسیع اور عظیم کتب خانہ قائم کیا ہے۔ جس نے پاکستان بھر سے مخطوطات خرید کر جمع کئے ہیں۔ اس ادارے نے اپنے قلمی نسخوں کی فہراس کے علاوہ پاکستان بھر کے سرکاری اور محضی ذخیروں میں موجود فارسی نسخوں کی ایک جامع فہرست تیار کی ہے۔ احمد منووی کی اس کوشش کے نتیجے میں ۳ جلدیں ۱۹۹۲ء تک شائع ہو چکی ہیں۔ ”فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان“ کے عنوان سے شائع ہونے والی ان فہراس میں ساڑھے سترہ ہزار سے زائد قلمی نسخوں کے کوائف شامل کئے گئے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس ادارے نے بعض دوسرے کتب خانوں کے مخطوطات بالخصوص فارسی قلمی نسخوں کی بھی فہراس تیار کی ہیں جن میں فہرست نسخہ ہای خطی فارسی، انجمن ترقی اردو کراچی، فہرست نسخہ حائے خطی خواجہ شام اللہ خراباتی لاہور، فہرست نسخہ ہای خطی، موزہ ملی پاکستان کراچی، گنج بخش از محمد حسین تسیحی شامل ہیں۔ جناب محمد حسین تسیحی نے ”کتب خانہ حای پاکستان“ کے عنوان سے پاکستانی کتب خانوں کی ایک فہرست ۱۹۷۷ء میں شائع کی ہے جس میں ۲۵۲ سرکاری، دینی، عوامی کتب خانوں اور محضی کتب خانوں کے مخطوطات کے کوائف فراہم کیئے گئے ہیں مگر اس فہرست میں دیئے گئے اعداد و شمار پر کمال اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ مثل کے طور پر اس فہرست کے صفحہ ۵۰۵ پر کتب خانہ عمومی پنجاب پبلک لائبریری عقب عجائب گھر لاہور کے قلمی نسخوں کی تعداد ۲۰۰ ظاہر کی گئی ہے جب کہ اس کے ایک ہزار سے زائد قلمی نسخوں میں سے ۹۸

نسخوں کی چار فہرستیں بہت پہلے شائع ہو چکی ہیں۔

نیشنل میوزیم کراچی کے ذخیرہ مخطوطات کے بعد عجائب گھر لاہور کا ذخیرہ مخطوطات لائق توجہ ہے۔ اس ذخیرے میں ابھی تک ۱۳۰۰ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے مخطوطات حاصل کیے گئے ہیں۔ اس میں سے نفائس کو ایک گیلری کی صورت دے کر نمائش کے لئے رکھا گیا ہے۔ ان مخطوطات میں ایک محدود تعداد کی تین فہرستیں مجمل اور مفصل رشید احمد صاحب نے تیار کی ہیں۔ اسی طرح سے پشاور، حیدرآباد، کونہ، بہاولپور اور دوسرے شہروں کے عجائب گھروں میں سے ایک معمولی تعداد مخطوطات کی نمائش کے لئے رکھی گئی ہے۔

پاکستان کی پبلک لائبریریوں میں سے سب سے بڑے ذخیرہ مخطوطات کا ذکر تو پنجاب پبلک لائبریری کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ سنٹرل لائبریری بہاولپور میں ۱۹ پبلک لائبریری، خیبرپور سندھ میں ۲۵۰، قائد اعظم لائبریری لاہور میں ۵۰، نیشنل لائبریری اسلام آباد میں ۵۳۲، نیرلیاقت میونسپل لائبریری راولپنڈی، لیاقت پبلک لائبریری کراچی، پبلک لائبریری بلخ، لاسٹے خان ملتان اور پبلک لائبریری سکھر میں بھی ایک تھوڑی سے تعداد قلمی نسخوں کی موجود ہے۔

ملک کے بعض علمی اداروں میں بھی مخطوطات کی ایک قابل ذکر تعداد موجود ہے۔ مگر افسوس کہ ان کی فہرست نہ ہونے کا باعث ان سے استفادہ کی راہیں مسدود ہو گئیں ہیں۔ ان اداروں میں انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی حیدرآباد، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، پشتو اکیڈمی پشاور، پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، انجمن ترقی اردو کراچی، پشتو اکیڈمی پشاور اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے پاس بھی مخطوطات موجود ہیں۔ ان اداروں میں صرف انجمن ترقی اردو کراچی کے مخطوطات کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن کے کل مخطوطات کی تعداد ۳۰۰۰ سے متجاوز ہے۔ ان میں سے اردو مخطوطات کی چھ جلدیں انفرصدیقی امرہوی اور سید سرفراز علی رضوی کے تعاون سے شائع ہو چکی ہیں۔ انجمن کے فارسی اور عربی مخطوطات کی بھی ایک فہرست سید سرفراز علی رضوی نے مرتب کی ہے۔ اس طرح انجمن کے فارسی مخطوطات کی ایک اور فہرست مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے ہاں سے شائع ہو چکی ہے۔

ہمدرد دوخانہ کے حکیم محمد سعید صاحب کی شخصیت معارف پروری میں بہت ممتاز ہے۔ انہوں نے ہمدرد کے کتابخانہ کو کراچی سے کچھ دور مدینہ الحکمت میں منتقل کر دیا ہے۔ اس عظیم الشان لائبریری کا ایک شعبہ مخطوطات سے بھی متعلق ہے۔ جس میں کم و بیش ایک ہزار کے قریب قلمی نسخے موجود ہیں۔ ان کی دو فہرستیں شائع ہو چکی ہیں جن میں سے ایک سید خضر عباس

نوشانی نے ”فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتب خانہ ہمدرد کراچی“ کے عنوان سے مرتب کی ہے اور اسے مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ جب کہ دوسری ”توضیحی فہرست مخطوطات کتب خانہ ہمدرد جلد اول (طبی علوم) فضل اللہ فاروقی ندوی نے مرتب کی ہے اور اسے ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا ہے۔
